بِسمِ اللهِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

Assignment

عنوان:

صحیح بخاری کا تعارف

پیش کردہ طالبہ:

افشاں عروج بنت خالد احمد

نام استاد:

محمد طیب صاحب

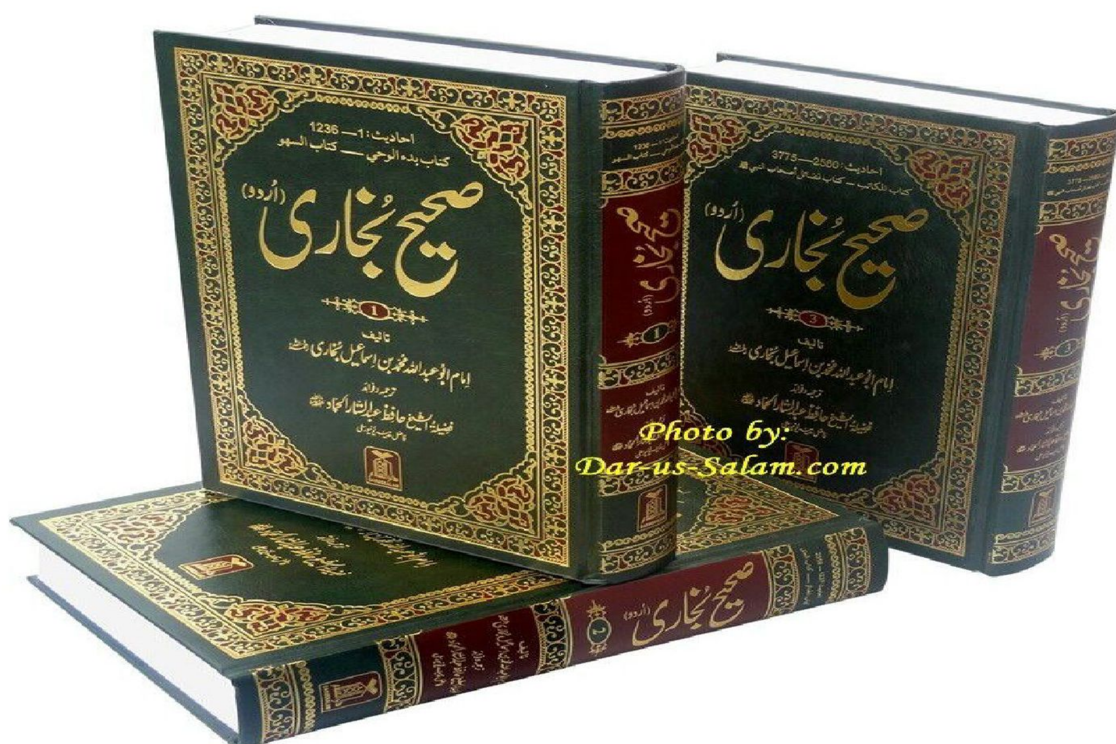


گورنمنٹ ٹریننگ کالج فار ٹیچر آف دی ڈیف گلبرگ II۔لاہور

الصحیح البخاری

کا

تعارف



انڈیکس مضامین



مصنف کا تعارف



تعارف بخاری شریف

علوم اسلامی کی تاریخ میں ہزاروں مصنفین کرام کی لاکھوں کتب کا تذکرہ ہماری علمی تراث کی زینت رہتا ہے مگر اس علمی کہکشاں میں ایک شخصیت کو قطبی ستارے کی طرح ایک منفرد حثیت حاصل ہے۔ اور وہ امام المحدثین، امیر المؤمنین فی الحدیث امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ ہیں۔ آپ کی جانب منسوب تیس کے قریب کتابوں میں سے ''الجامع الصحیح المسندالمختصر من حدیث رسول اللہ ﷺ وسننہ وایامہ'' کو ''اصح الکتب بعد کتاب اللہ'' قرار دیا گیا۔ اس معجزہ نما کتاب پر بارہ صدیاں گزرنے کے ساتھ ساتھ تین صد سے زائد کی تعداد میں اس کی مختصر۔ مسند اور مفصل شروحات عربی، فارسی، اردو، انگریزی اور دیگر زبانوں میں لکھی گئی ہیں اور دنیا کی بیسیوں زبانوں میں مختلف مکتبہ ہائے فکر کے لوگوں نے اس کا ترجمہ کیا ہے۔ اس کتاب کی افادیت اور اہمیت کا یہ عالم ہے کہ اس کے مختلف پہلوں پر لکھی گئی کتب کو اگر جمع کریں تو ایک کتب خانہ تیار ہو سکتا ہے۔ لیکن اس سب کے باوجود ابھی بھی سلسلہ رکا نہیں بلکہ انشاءاللہ جاری ہے۔ لیکن کتاب کے تعارف سے قبل ہم مصنف کے حالات زندگی سے بھی واقفیت حاصل کرتے ہیں۔

مصنف کا تعارف

نام و پیدائش:

امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت امام بخاریؒ کا اسم گرامی ''محمد'' اور کنیت ''ابو عبداللہ'' تھی۔ آپ 13 شوال 194ھ بمطابق 21 جولائی 810ء کو جمعہ کے روز بعد از نماز جمعہ ماوراء النہر کے مشہور شہر بخارا میں پیدا ہوئے۔

حسب و نسب:

آپؒ کا حسب و نسب کچھ یوں ہے: ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بن بردزبہ بن بذذبہ الجعفی البخاری [1]۔ آپ کے جدامجد کے بارے میں یہ ہے وہ آتش پرست مذہب سے تعلق رکھتے تھے لیکن آپ کے خاندان میں اسلام کی شمع آپ کے پردادا **مغیرہ بن بردزبہ** کے ذریعے سے روشن ہوئی جنھوں نے **امام جعفیؒ** حاکم بخارا کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ اور اسی نسبت وہ جعفی کہلائے اور امام بخاری کو بھی اسی وجہ سے جعفی کہاجاتا ہے۔ امام بخاری کے والد محترم اسماعیل بن ابراہیم ایک عظیم محدث اور صالح بزرگ ساتھ ساتھ ایک متمول درجے کے تاجر بھی تھے۔ جنھوں نے بوقت وفات اپنی اولاد کے کیلئے ایک بڑا سرمایہ چھوڑا اور کہا اس مال میں ایک درہم بھی حرام اور مشتبہ نہیں ہے۔ [2]

ابتدائی حالات:

ایام طفولیت میں ہی آپ کی والدہ کا انتقال ہو گیا تھا اور آپ کی پرورش کی تمام تر ذمہ داری آپ کی والدہ نے اٹھالی تھی۔ صغر سنی میں ہی آپ نابینا ہو گئے تھے اور اس وقت کے مشہور اطباء اور معالجین سے رجوع کیا گیا مگر کسی کی پیش نہ جاسکی۔ آپ کی والدہ بڑی عابدہ اور زاہدہ خاتون تھیں انہوں نے رو رو کر خدا تعالی سے دعا کی اور دامن پھیلا کر اپنے لخت جگر کے لئے بصیرت مانگی۔ بالآخر دریائے رحمت میں جوش آیا اور ایک رات خواب میں انکو حضرت ابراہیمؑ کی زیارت نصیب ہوئی اور انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے تمہاری آہ زاری اور دعاؤں کی کثرت کے سبب تمہارے بیٹے کی بصارت لوٹادی ہے۔ صبح جب امام بخاری بستر سے اٹھے تو ان کی آنکھیں روشن تھیں۔ [3]

---

[1]۔ ماخوذ از ترجمہ و تشریح بخاری شریف جلد اول از مولانا محمد داؤد راز صفحہ 25

[2]۔ ماخوذ از ترجمہ بخاری شریف جلد اول از علامہ عبدالحکیم خاں شاہ جہانپوری صفحہ 6

[3]۔ ماخوذ از ترجمہ بخاری شریف جلد اول از علامہ عبدالحکیم خاں شاہ جہانپوری صفحہ 7

زمانہ تعلیم واساتذہ:

ابتدائی اور ضروری تعلیم کے حصول کے بعد جب آپ کی عمر دس برس ہوئی تو اللہ تعالی نے آپ کے دل میں علم حدیث کی تحصیل کا شوق پیدا کیا تو آپ نے بخارا کے درس حدیث میں داخلہ لے لیا اور علم حدیث کو انتہائی کاوش اور محنت سے حاصل کیا۔ آپ نے اس بارے میں حدیث کے متن کو محفوظ کیا اور سند کے ایک ایک راوی کو ضبط کیا حتی کہ ایک سال کے اندر آپ کو اس قدر عبور حاصل ہو گیا کہ اساتذہ بعض اوقات آپ سے اپنی تصحیح کروانے لگے۔[1]

آپؒ جب اپنی عمر کے سولہویں سال کو پہنچے تو آپ نے اپنی والدہ اور بڑے بھائی کے ساتھ 210ھ حج کا قصد کیا اور حج کرنے کے بعد والدہ کی اجازت سے وہاں ہی قیام پذیر ہو گئے۔ اس مرکز اسلام میں قیام کے دوران آپ نے بڑے بڑے علمائے دین اور محدثین کرام سے ملاقات فرمائی۔ اس وقت مکہ کے ارباب علم و فضل میں عبداللہ بن یزید، ابو بکر عبداللہ بن زبیر، ابوالولید احمد بن الارزقی اور علامہ حمیدی جیسی ممتاز شخصیات تھیں۔ جن سے آپ نے فیض حاصل کیا۔ مکہ میں دو سال قیام کے بعد 212ھ میں آپ مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور وہاں کے مشاہیر محدثین کرام مطرف بن عبداللہ، ابراہیم بن منذر، ابوثابت محمد بن عبداللہ اور ابراہیم بن حمزہ وغیرہ جیسے بزرگوں سے اکتساب فیض فرمایا۔ بلاد حجاد میں چھ سال قیام کے بعد آپ نے بصرہ کا رخ کیا اور اس کے بعد کوفہ اور وہاں تعلیم حاصل کی۔ بغداد میں چونکہ بڑے بڑے اکابر موجود تھے جسکی وجہ سے آپ نے بار بار بغداد کا قصد کیا جب آپ آٹھویں بار بغداد گئے اور وہاں سے آخری سفر کرنے لگے تو امام احمد بن حنبلؒ نے بڑے پر درد لہجے میں آپ سے فرمایا کہ کہ آپ لوگوں کو اور بغداد کے اس زمانہ کو اور یہاں کے علوم فنون کے مراکز کو چھوڑ کر خراسان چلے جائیں گے؟ بخارا کے ابتدائی ایام میں جب وہاں کا حاکم آپ سے ناراض تھا آپ کو امام صاحب کی بات بہت یاد آئی۔

آپ نے حصول علم کے لئے تقریباً تمام اسلامی ممالک کا سفر کیا۔ جعفر بن محمد بن خطان فرماتے ہیں کہ میں نے امام بخاریؒ سے سنا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ آپ نے ایک ہزار سے زائد استاتذہ سے احادیث سنی ہیں اور میرے پاس جس قدر بھی احادیث موجود ہیں ان کی سندیں اور رواۃ بھی محفوظ ہیں۔[2]

بے مثال حافظہ کی مثال:

جن ایام میں آپ بخارا میں مسکون تھے علامہ بیکندیؒ فرمایا کرتے تھے کہ اس محمد بن اسماعیل حفظ وذہانت کے اعتبار سے لاثانی شخصیت کے مالک ہیں۔ آپ کے بے مثال حافظہ کی بہت سی مثالیں تاریخ میں مذکور ہیں جن میں سے ایک دو ذیل میں بیان کی جاتی ہیں۔

(1) حاشد بن اسماعیل بیان کرتے ہیں کہ امام بخاریؒ لڑکپن میں ہمارے ساتھ حدیث کے سماع کے لئے مشائخ بصرہ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ امام صاحب کے سوا ہم تمام ساتھی احادیث ضبط تحریر میں لے آتے تھے۔ سولہ دن گزرنے کے ہم سب نے امام بخاری کو ملامت کرنا شروع کی کہ آپ نے احادیث کو ضبط نہ کر کے اتنے دنوں کی محنت ضائع کر دی ہے۔ امام بخاری نے ہم سے کہا اچھا تم اپنے ضبط شدہ نوٹ لے آؤ۔ ہم اپنے نوٹ لے کر آئے اور امام بخاری نے سلسلہ وار احادیث سنانی شروع کی یہاں تک کے انہوں نے تمام احادیث بیان کر ڈالیں اور یہ سن کر ہمیں گمان ہوا کہ گویا یہ روایت ہمیں امام بخاریؒ نے لکھوائی ہیں۔

(2) محمد بن ازہر سجستانی کہتے ہیں کہ میں امام بخاری کے ساتھ سلیمان بن حرب کی خدمت میں سماع حدیث کے لئے حاضر ہوتا تھا میں احادیث لکھتا تھا اور امام بخاری نہیں لکھتے تھے کسی نے مجھ سے کہا کہ بخاری احادیث کو نوٹ کیوں نہیں کرتے تو میں نے کہا کہ تم سے اگر کوئی حدیث لکھنے سے رہ جائے تو بخاری کے حافظہ سے لکھ لینا۔[1]

---

[1]۔ ماخوذ از ترجمہ بخاری شریف جلد اول از علامہ عبدالحکیم خاں شاہ جہانپوری صفحہ 7

[2]۔ ماخوذ از ترجمہ و تشریح بخاری شریف جلد اول از مولانا محمد داؤد راز صفحہ 28-27

بے نظیر ثقاہت کے مالک:

علامہ عجلونی نے آپ کی ثقاہت کے بارے میں ایک عجیب واقعہ بیان کیا ہے کہ !

"کہ ایک مرتبہ آپ سمندر کا سفر کر رہے تھے اور آپ کے پاس ایک ہزار اشرفیاں تھیں۔ایک رفیق سفر نے عقیدت مندانہ راہ ورسم بڑھا کر اپنا اعتماد قائم کر لیا۔حضرت امام بخاری نے اپنی اشرفیوں کی اسے اطلاع دے دی۔ایک روز آپ کا یہ رفیق سو کر اٹھا تو اس نے باآواز بلند رونا شروع کر دیا اور کہنے لگا کہ میری ایک ہزار اشرفیاں گم ہو گئیں ہیں۔چنانچہ تمام مسافروں کی تلاشی شروع ہوئی حضرت امام نے یہ دیکھ کر کہ اتنی تعداد میں اشرفیاں میرے پاس ہیں اور ضرور مجھ پر چوری کا الزام لگایا جائے گا اور یہی اس کا مقصد تھا۔امام صاحب نے وہ ساری کی ساری تھیلی سمندر میں پھینک دی۔امام صاحب کی بھی تلاشی لی گئی مگر وہ اشرفیاں ہاتھ نہ آئیں اور جہاز والوں نے خود اسی مکار رفیق کو ملامت کی۔سفر ختم ہونے پر اس نے حضرت امام سے اشرفیوں کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے ان کو سمندر میں ڈال دیا ہے۔وہ اتنی بڑی رقم کا نقصان آپ نے کیسے برداشت فرمالیا۔آپ نے جواب دیا کہ جس دولت وثقاہت کو میں نے تمام عمر عزیز گنوا کر حاصل کیا ہے اور میری ثقاہت جو کہ پوری دنیا میں مشہور ہے کیا میں اس کو چوری کا اشتباہ لے ضائع کر دیتا۔اور ان اشرفیوں کی بدولت اپنی دیانت،امانت اور ثقاہت کا سودا کر لیتا میرے لئے یہ بات ہرگز مناسب نہ تھی۔"[2]

تالیفات:

امام بخاری کی تالیفات کا اگر ذکر کریں تو ان کی تعداد 24 بنتی ہے۔جن میں چند ایک مشہور معروف درج ذیل ہیں۔

التاریخ الکبیر۔ التاریخ الاوسط۔کتاب الضعفاء الصغیر۔ المسندالکبیر۔ جزء رفع الیدین اوربرّ الوالدین وغیرہ[3]

وفات:

حاکم بخارا کی درخواست نہ منظور کرنے پر وہ آپ کا مخالف ہو گیا اور اس نے تدبیر سوچی کہ امام صاحب پر کوئی جھوٹا الزام لگا کر ان کی تذلیل کروائی جائے۔تب اس نے بخارا کے چند حنفی فقہا کو ساتھ ملایا اور آپ پر الزام لگوایا کہ **"آپ قرآنی الفاظ کے مخلوق ہونے کے قائل ہیں۔"** جس پر آپ کو شہر بدر ہونے کا حکم دیا گیا۔شہر سے نکلتے وقت آپ نے یہ بددعا دی۔

"بارخدایا! جس بات کا مجھ پر ان لوگوں نے ارادہ کیا ہے تو وہی بات ان کی ذات،اولاد اور اہل وعیال میں رکھ"

چند روز کے بعد اس دعا کا یہ اثر ہوا کہ آپ کے تمام مخالف ذلیل ورسوا ہوئے ان میں کچھ تو مر گئے اور کچھ کو اپنے اہل میں ہی ذلیل ہونا پڑا۔اس کے بعد آپ بخارا سے نکل کر بیکند گئے لیکن وہاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ وہاں دو فریق ہیں ایک آپ کے حق میں اور ایک مخالف۔آپ نے اس اختلاف کی وجہ وہاں قیام مناسب نہ سمجھا اور اس دوران سمرقند کے لوگوں کو آپ خبر ملی تو انہوں نے آپ کو اپنے پاس آنے کے خط لکھے جس پر آپ نے ان کی درخواست منظور فرمائی اور سمرقند کی جانب روانہ ہوئے اور وہاں قریب ایک بستی خرتنک میں قیام کیا اس دوران آپ کو معلوم ہوا کہ وہاں

---

[1] ۔ماخوذ از ترجمہ بخاری شریف جلد اول از علامہ عبدالحکیم خاں شاہجہانپوری صفحہ 8

[2] ۔ محمد_بن_اسماعیل_بخاری https://ur.wikipedia.org/w/index.php?title=&

[3] ۔ماخوذ از فہرست مضامین سیرۃ البخاریؒ از مولانا عبدالسلام مبارکپوری صفحہ 6-7

بھی دو فریق بن گئے ہیں جس پر آپ نے اللہ تعالی کے حضور دعا کی کہ اے خدا تیری زمین کشادہ ہونے کے باوجود مجھ پر تنگ ہے مجھے اپنے پاس بلالے۔ خدا نے یہ دعا قبول کی اور ایک ماہ نہ گزرا کہ آپ نے شب عید الفطر 256ھ کو تیرہ دن کم 62 برس کی عمر میں وفات پائی۔ [1]

مزار کی برکات:

آپ کے مزار کے بارے میں یہ روایت ملتی ہے کہ آپ کی تدفین کے بعد قبر میں سے نہایت تیز خوشبو پھیلی جس کو مؤرخین عنبر اور مشک سے بھی بڑھی ہوئی لکھتے ہیں۔ اور اس خوشبو کا اس قدر شہرہ بیان کرتے ہیں کہ دور دراز سے لوگ اس خبر کی تصدیق کے لئے آتے اور مٹی لے جاتے تھے۔ بستی والوں کو خوف ہوا کہ قبر کی مٹی بچ نہیں سکتی۔ اس لئے کوئی حفاظت چاہیے مجبور ہو کر قبر گھیر دی گئی اور اس طرح سے مٹی کی حفاظت کی گئی۔ [2]

تعارف بخاری شریف

صحیح بخاری کی سبب تالیف:

حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں تفصیلاً لکھا ہے کہ رسول کریم ﷺ اور صحابہ وتابعین کے پاکیزہ زمانوں میں حدیث کی جمع وترتیب کا سلسلہ کماحقہ نہیں تھا۔ ایک تو اس لئے کہ شروع زمانہ میں اس کی ممانعت تھی جیسا کہ صحیح مسلم کی روایت سے ثابت ہے کہ محض اس ڈر سے کہ کہیں قرآن مجید اور حدیث کے متون باہمی طور پر گڈ مڈ نہ ہو جائیں۔ دوسرا یہ کہ ان لوگوں کے حافظے وسیع تھے۔ ذہن صاف تھے۔ کتابت سے زیادہ ان کو اپنے حافظے پر اعتماد تھا اور اکثر لوگ فن کتابت سے بھی واقف نہ تھے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ کتابت حدیث کا سلسلہ زمانہ نبوت میں نہیں تھا بلکہ وجوہ بالا کی بنا پر کماحقہ نہیں تھا۔ لیکن تابعین کے آخری زمانہ میں حدیث کی ترتیب وتبویب شروع ہوئی اور خلیفہ خامس حضرت عمر بن عبد العزیز کے دور میں حدیث کو ایک فن کی حیثیت سے جمع کرانے کا اہتمام کیا گیا۔ تاریخ میں ربیع بن صبیح اور سعید بن عروبہ کے نام آتے ہیں جنہوں اس فن پر باضابطہ قلم اٹھایا۔ اب وہ دور چلا آتا تھا جس میں خوارج اور روافض اور دیگر اہل بدعت نے من گھڑت احادیث کا ایک خطرناک سلسلہ شروع کر دیا تھا اور ان حالات کے پیش نظر طبقہ ثالثہ کے لوگ اٹھے اور انہوں نے احکام کو جمع کیا۔ حضرت امام مالک نے مؤطا تصنیف کی۔ جس میں اہل حجاز کی قوی روایات جمع کیں۔ ابو محمد عبد المالک بن عبد العزیز بن جریج نے مکہ مکرمہ میں اور ابو عمرو عبد الرحمٰن بن عمرو اوزاعی نے شام میں اور عبد اللہ بن سفیان بن ثوری نے کوفہ میں اور ابو سلمہ حماد بن سلمہ دینار نے بصرہ میں حدیث کی جمع وترتیب وتالیف پر توجہ فرمائی۔ ان کے بعد بہت سے لوگوں نے جمع حدیث کی خدمت انجام دی اور دوسری صدی کے آخر میں بہت سی مسندات وجود میں آئیں۔ جیسے مسند امام احمد بن حنبلؒ، مسند امام اسحاق بن راہویہ، مسند امام عثمان بن ابی شیبہ وغیرہ وغیرہ

ان حالات میں سید المحدثین امام بخاریؒ کا دور آیا۔ آپ نے ان جملہ تصانیف کو دیکھا اور ان کو روایت کیا۔ ان سے علوم نبوی کا کافی مزہ اٹھایا۔ آپ نے دیکھا کہ ان کتابوں میں صحیح، حسن اور ضعیف احادیث سب ملی جلی ہوئی ہیں۔ حدیث رسول ﷺ کے لئے آپ کے قلب مبارک میں ایک خاص الخاص جذبہ تھا کہ ایک رات آپ نے خواب میں دیکھا کہ رسول کریم ﷺ آرام فرما رہے ہیں اور آپ حضور ﷺ کے سرہانے کھڑے ہو کر پنکھا جھل رہے ہیں اور مکھی وغیرہ اور موذی جانوروں کو آپ سے دور کر رہے ہیں۔ بیدار ہو کر آپ نے معبرین سے تعبیر پوچھی گئی تو

---

[1]۔ ماخوذ از سیرۃ البخاریؒ از مولانا عبد السلام مبارکپوری صفحہ 143-140

[2]۔ ماخوذ از سیرۃ البخاریؒ از مولانا عبد السلام مبارکپوری صفحہ 144

انہوں نے بتایا کہ آپؒ رسول کریم ﷺ کی احادیث پاک کی عظیم خدمت انجام دیں گے اور جھوٹے لوگوں نے جو احادیث خود وضع کرلی ہیں۔ صحیح احادیث کو ان سے علیحدہ چھانٹ دیں گے۔

اسی دوران آپ کے بزرگ ترین استاد حضرت اسحاق بن راہویہؒ نے ایک روز آپ سے فرمایا کہ لو جمعتم کتابا مختصرا الصحیح سنة رسول اللہ ﷺ کاش کہ آپ نبی کریم ﷺ کی صحیح صحیح احادیث پر مشتمل ایک جامع مگر مختصر کتاب تصنیف کردیتے۔ حضرت امام صاحب فرماتے ہیں پس میرے دل میں یہ بات بیٹھ گئی اور میں نے اسی دن سے جامع صحیح کی تدوین کا عزم بالجزم کرلیا۔[1]

صحیح بخاری کی وجہ تسمیہ:

امام بخاریؒ نے اپنی صحیح کا نام " **الجامع المسند المختصر من امور رسول اللہ ﷺ** " رکھا۔ لیکن عوام وخواص میں یہ کتاب صحیح بخاری کے نام سے مشہور ہوگئی۔ محدثین کی اصطلاح میں جامع حدیث کی اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں آٹھ مخصوص عناوین کے تحت احادیث کا ذکر کیا جائے جو یہ ہیں۔ سیرۃ، تفسیر، آداب، عقائد، فتن، احکام، الشراط المناقب اور الصحیح۔ اس مطلب یہ ہے اس مجموعے کی تمام احادیث صحیح ہوں اور المختصر من رسول اللہ ﷺ کا مفادیہ ہے کہ اس کتاب میں حضور ﷺ کے اقوال، افعال، احوال، صفات اور ایام سے متعلق احادیث لائی جائیں گی۔[2]

صحیح بخاری کا طریقہ تالیف:

بخاری شریف کی تالیف کے بارے میں خود امام بخاری بیان فرماتے ہیں کہ میں نے کوئی حدیث اس کتاب میں اس وقت تک داخل نہیں کی جب تک غسل کرکے دو رکعت نماز ادانہ کرلی ہو۔ بیت اللہ شریف میں اسے میں نے تالیف کیا اور دو رکعت نماز ادا کرکے ہر حدیث کے لئے استخارہ کیا۔ مجھے جب ہر طرح سے اس حدیث کی صحت کا یقین ہوا، تب میں نے اس کے اندراج کے لئے قلم اٹھایا۔ اس کو میں نے اپنی نجات کے لئے حجت بنایا ہے۔ اور چھ لاکھ کے قریب احادیث میں چھانٹ کر میں نے اسے جمع کیا ہے۔[3]

شرائط وضوابط:

امام ابوعبداللہ حاکم نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ امام صاحب صحیح بخاری کی مسند حدیثوں کے لئے یہ شروط معین فرمائے ہیں کہ ہر صحابی سے دو مشہور تابعین نے روایت کی ہو۔ اور ہر تابعی سے دو راوی ثقہ، عادل، ضابط، جامع شروط صحت نے روایت کی ہو۔ اسی طرح سے سلسلہ روایت ہر طبقہ میں چلا جائے اور یہاں تک امام بخاری تک وہ حدیث پہنچی ہو۔ جبکہ علامہ ابو معمر مبارک بن احمد نے امام حاکم کے اس کلیہ کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ صحیح بخاری کی بہت سی مسند احادیث ہیں جن کو صحابی سے صرف ایک ہی مشہور تابعی نے روایت کیا ہے۔ جبکہ دوسرے محدثین نے امام حاکم کی طرح دعوی تو نہیں کیا لیکن انہوں نے صحیح بخاری کی حدیثوں کے لئے ذیل کی شروط بیان کی ہیں جو امام صاحب نے صحیح کو جمع کرتے وقت ملحوظ خاطر رکھی ہیں۔

---

[1] ۔ماخوذ از ترجمہ بخاری شریف از علامہ داؤد راز صفحہ 34-33

[2] ۔ماخوذ از ترجمہ بخاری شریف از مولانا عبد الحکیم خاں اختر شاہجہانپوری صفحہ 24-23

[3] ۔ماخوذ از ترجمہ بخاری شریف از علامہ داؤد راز صفحہ 34

i. سب ناقلین و رواۃ حدیث صحابی تک ثقہ ہوں اوران کی ثقاہت پر اتفاق ہو۔ یعنی رواۃ مسلم ، صادق، غیر مدلس، غیر مختلط، متصف، عدالت، ضابط وغیرہ اور یہ صفات اعلیٰ درجہ کی ہوں۔

ii. سلسلہ روایت منقطع نہ ہو۔

iii. اگر معنعن روایت[1] ہو تو روای کا اپنے شیخ سے لقاء ضرور ثابت ہونا چاہئے۔

iv. اس حدیث کی صحت اور مقبولیت پر امام بخاری سے پہلے کے محدثین کا اتفاق ہو یا امام بخاری کے معاصرین کا اتفاق ہو۔

v. علت اور شذوذ سے خالی ہو۔

باوجود ان صفات کے جو راویوں کے لئے اوپر مذکور ہیں ، رواۃ اعلی طبقے کے ہوں۔ ادنی یا اوسط کافی ہیں۔ نیز طبقات رواۃ کے امتیاز اور وضاحت کے لئے علامہ حافظ ابن حجر کی یہ مثال بھی کافی ہے اور وہ کہتے ہیں کہ

"زہری کے تلامذہ کے پانچ طبقے ہیں اور ہر طبقہ اپنے سے نیچے کے طبقے پر فضیلت رکھتا ہے۔ طبقہ اولی اعلیٰ درجہ کی صحت کا موجب ہے اور یہی امام بخاری کا مقصد ہے۔"

یعنی امام بخاری نے اپنی صحیح میں طبقہ اولی ہی کے رواۃ لائے ہیں اور کہیں کہیں طبقہ ثانیہ کے رواۃ کی حدیثوں کو بھی نقل کیا ہے۔[2]

موضوع:

صحیح بخاری کا اصل موضوع احادیث مرفوعہ ، مسندہ ہیں اور انہیں احادیث کی صحت کا امام بخاری نے اپنی اس صحیح میں التزام کیا ہے۔ان کے علاوہ جو تعلیقات، متابعات، شواہد، آثار صحابہ، اقوال تابعین اور آئمہ فتاویٰ کے احکام درج کئے گئے ہیں وہ سب بالتبع ہیں اور اس ضمن میں جو احادیث ذکر کی گئی ہیں وہ امام بخاری کے موضوع سے خارج ہیں اور نہ ہی انکی صحت کا کوئی التزام کیا گیا ہے۔[3]

صحیح بخاری کا اسلوب بیان:

صحیح بخاری کی تالیف سے امام صاحب کا مقصد صرف جمع احادیث ہی نہیں تھا بلکہ تراجم ابواب پر استدلال اور احادیث سے مسائل کا استنباط بھی ان کا مقصد تھا۔ چنانچہ ترجمۃ الباب کے اثبات کے لئے سب سے پہلے انہوں نے آیت قرآنی پیش کی اور پھر کبھی اس پر اکتفا کر لیا اور بعض اوقات آثار صحابہ، اقوال تابعین اور ارشادات آئمہ فتویٰ سے اس کی تائید کی۔ اس سب کے بعد اس باب کے تحت اپنی پوری سند کے ساتھ حدیث کی روایت کرتے تھے اور کبھی سند معلق سے حدیث وارد کرتے ہیں اور کبھی بغیر سند کے حدیث ذکر کر دیتے ہیں۔

امام صاحب کبھی ایک باب کے تحت احادیث کثیرہ روایت کرتے ہیں اور کبھی صرف ایک حدیث ذکر کرتے ہیں۔ یہ اس صورت میں ہے جب ان کو ترجمۃ الباب کے لئے اپنی شرائط پر احادیث مل جائیں اور کبھی ترجمۃ الباب کے تحت کسی حدیث کا ذکر نہیں کرتے بلکہ کسی حدیث کے بعینہٖ الفاظ یا اس کے ہم معنی الفاظ کو عنوان بنا کر یہ اشارہ کرتے ہیں کہ اس عنوان کے تحت ان کی شرائط پر حدیث نہیں مل سکی اور عنوان باب کو الفاظ حدیث کے ساتھ تعبیر کر کے یہ اشارہ کرتے ہیں کہ یہ حدیث فی نفسہٖ لائق حجت ہے۔

---

[1] ۔ مطلب ایسی روایت جسے راوی لفظ عن کے ساتھ روایت کیا ہو۔ مثلاً قال فلان عن فلان

[2] ۔ ماخوذ از سیرۃ البخاری از مولانا عبدالسلام مبا کپوری صفحہ 245-243

[3] ۔ ماخوذ از ترجمہ بخاری شریف جلد اول از علامہ عبدالحکیم خاں شاہ جہانپوری صفحہ 25

اور کبھی امام صاحب نے ایک حدیث کو کئی مقامات پر متعدد بار ذکر کیا ہے جس ان کا مقصود یہ نظر آتا ہے کہ اس حدیث سے ان متعدد مسائل کا استنباط ہوتا ہے جس متعلق ابواب کے تحت وہ اس حدیث کو پیش کرتے ہیں۔[1]

بخاری میں حدیثوں کی تکرار اور اختصار و تقطیع کے فوائد:

جیسا کہ اوپر اسلوب میں ذکر بھی ہوا ہے کہ امام صاحب نے بعض احادیث کو کئی مقامات پر بار بار ذکر کیا ہے اور اسی بات کو بعض کوتاہ بین لوگوں نے محل اعتراض بھی بنایا ہے کہ اس میں اکثر احادیث مکرر ہیں۔ بعض حدیثیں مختصر ہیں۔ کہیں کہیں امام بخاری حدیثوں کو ٹکڑے کر کے لاتے ہیں۔ ان اعتراضات کو مد نظر رکھتے ہوئے علامہ محمد بن طاہر مقدسی نے جواب المتعنت کے نام سے رسالہ لکھا جس میں انہوں نے اس پر سیر کن بحث کی۔ اور علامہ ابن حجر نے بھی اپنے مقدمۃ الفتح میں ان میں کچھ نقل کئے۔

امام بخاری نے صحیح بخاری کی تالیف میں جو طرز اختیار کیا وہ یہ ہے کہ ایک ہی حدیث کو کئی کئی ابواب میں ذکر کرتے ہیں لیکن ہر باب میں سلسلہ سند بدلا ہوا ہوتا ہے۔ وہ ایک حدیث سے متعدد مسائل استخراج کرتے ہیں اور تبدیل سند سے حدیث کی قوت کو اعلیٰ درجہ پر پہنچا دیتے ہیں۔ یہ نہیں ہے ایک حدیث کو بلا تبدیل سند اور بلا تغایر الفاظ امام بخاری کے دہرایا ہو۔ لہذا تکرار سے چند ایک فوائد ذیل میں درج ہیں۔

i. کسی حدیث کو پہلے ایک صحابی سے نقل کرتے ہیں۔ پھر دوسری جگہ دوسرے صحابی سے۔ تیسری جگہ تیسرے صحابی سے، جس کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ حدیث غربت کے درجہ سے نکل کر شہرت یا تواتر معنوی کے درجہ کو پہنچ جائے۔ اسی طرح وہ دوسرے طبقے اور تیسرے طبقے کے راویوں کے ساتھ کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ اپنے شیوخ تک اس سلسلہ کو لے جاتے ہیں۔ جو لوگ اس فن سے نابلد ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ امام صاحب نے حدیث کو مکرر، سہ مکرر کر دیا ہے۔ حالانکہ اس تکرار میں علاوہ استنباط مسائل فقہیہ کے اہل فن کی نگاہ میں بہت سے فائدے ہیں۔

ii. امام بخاریؒ نے اس قاعدے کی بنا پر بہت سی حدیثوں کی تصحیح اپنی شدید شرطوں کے مطابق کر ڈالی جو معانی، متغائر اور مفاہیم متفرقہ عدیدہ رکھتی تھیں اور ان سے ہر باب میں جداگانہ مسائل مستنبط کئے۔

iii. کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک ہی حدیث کو راوی مکمل روایت کرتا ہے اور دوسرا مختصر۔ امام بخاریؒ اس حدیث کو جس طرح جس سلسلہ سے وارد ہوئی مکرر لاتے ہیں۔ جس سے شبہ ناقلین کی جانب سے رفع ہو جاتا ہے کہ یہی ایک راوی کبھی تو مختصر ا روایت کرتا ہے اور کبھی مکمل۔ حالانکہ اس اختصار اور تکمیل میں اس کو دخل نہیں ہوتا بلکہ اس حدیث کو صحابی یا تابعی نے شاگردوں سے مکمل اور بعض سے مختصرا بیان کیا ہوتا ہے۔

iv. کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ناقلین صحابہ ایک ہی واقعہ یا حدیث کو بالمعنی کے قاعدہ پر مختلف الفاظ میں روایت کرتے ہیں جن سے مختلف معنی پیدا ہوتے ہیں۔ امام بخاریؒ ان سب الفاظ کو جداگانہ بابوں میں ذکر کرتے ہیں لیکن اس شرط پر کہ وہ تمام الفاظ امام بخاری کی شروط کے مطابق ہوں اور ہر ایک کی سند بھی مختلف ہو۔

v. بعض احادیث ایسی ہوتی ہیں جن کے ارسال اور اتصال میں اختلاف ہوتا ہے اور اتصال امام بخاری کے نزدیک رائج ہوتا ہے۔ اس لیے دونوں سلسلہ اسانید کو ذکر کر کے اشارہ کرتے ہیں کہ یہاں ارسال کچھ مضر نہیں۔

---

[1] ۔ماخوذ از ترجمہ بخاری شریف جلد اول از علامہ عبدالحکیم خاں شاہ جہانپوری صفحہ 25

vi. بعض احادیث ایسی ہوتی ہیں جن کے موقوف اور مرفوع ہونے میں اختلاف ہوتا ہے اور امام بخاری کے نزدیک مرفوع ہونا رائج ہوتا ہے۔ یہاں بھی دونوں سلسلہ اسانید کو لاکر متنبہ کر دیتے ہیں کہ موقوف روایت کرنے سے رفع میں کسی قسم کا نقصان نہیں ہوتا۔

vii. بعض اوقات کسی حدیث کے سلسلہ سند میں کسی نیچے کے راوی نے کسی شیخ کو بڑا کر دیا۔ دوسرے راوی نے اس کو حذف کر کے روایت کیا۔ امام بخاری نے ان دونوں سلسلہ اسانید کو ذکر کر کے بتایا کہ فلاں راوی نے اپنے شیخ سے حدیث سنی اور اس کے بعد شیخ الشیخ سے بھی سنی۔ لہذا ان دونوں راویوں کا قول صحیح ہے جس نے شیخ کو بڑھایا ہے وہ پہلے سماع کے اعتبار سے ہے جس نے حذف کر دیا ہے وہ دوبارہ شیخ الشیخ کے اعتبار سے ہے۔

viii. کبھی معنعن کے اتصال ثابت کرنے کے لیے حدیث کو مکرر لاتے ہیں۔[1]

تعداد روایات:

صحیح بخاری کی روایات کی تعداد کے بارے میں علمائے کرام کا اختلاف ہے۔ حافظ ابن اصلاح کی تحقیق یہ ہے کہ صحیح کی کل احادیث کی تعداد سات ہزار دو سو پچھتر (7275) ہے اور حذف مکررات کے بعد یہ تعداد چار ہزار (4000) رہ جاتی ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی کی تحقیق کے مطابق صحیح بخاری کی کل احادیث مسندہ بشمول مکررات سات ہزار تین سو ستانوے (7397) ہے اور جملہ معلقات کی تعداد ایک ہزار تین سو اکتالیس (1341) ہے اور جملہ متابعات کی تعداد تین سو چوالیس (344) ہے اور کل میزان نو ہزار بیاسی (9082) ہے اور حذف مکررات کے بعد احادیث مرفوعہ کی تعداد دو ہزار چھ سو تئیس (2623) رہ جاتی ہے۔ نیز امام بخاری کی جو احادیث اعلی اسانید پر مشتمل ہیں وہ ثلاثیات ہیں اور ان کی تعداد بائیس (22) ہے اور حذف مکررات کے بعد یہ تعداد سولہ (16) رہ جاتی ہے۔

صحیح البخاری اور صحیح مسلم کا موازنہ:

جیسا کہ کتاب کے بارے میں ساری جان کاری کے بعد ہمیں معلوم ہو چکا ہے کہ قرآن کریم کے بعد مقام و مرتبہ کے لحاظ سے سب سے افضل کتاب صحیح البخاری ہے۔ لیکن بعض علماء نے کہا کہ صحیح مسلم کا درجہ صحیح بخاری سے بڑھ کر جیسے حافظ ابو علی نیشاپوری نے کہا ہے کہ آسمان کے نیچے صحیح مسلم سے بڑھ کر کوئی حدیث کی کتاب نہیں ہے اس لئے اب ضروری معلوم ہوتا ہے کہ صحیح بخاری اور مسلم کا موازنہ کر لیا جائے تاکہ ہمیں معلوم ہو جائے کہ ان میں سے کونسی کتاب اپنی صحت کے اعتبار سے افضل ہے۔

i. اہل علم حضرات پر یہ بات مخفی نہیں کہ حدیث صحیح کا رجوع اتصال[2]، اتقان، رجال[3] اور عدم شذوذ[4] وعدم علل[5] کی طرف ہوتا ہے۔ اتصال کے لحاظ سے دیکھیں تو صحیح بخاری کی احادیث کا اتصال زیادہ قوی ہے کیونکہ امام صاحب راوی اور مروی عنہ کی ملاقات کی شرط لگاتے ہیں اور امام مسلم صرف معاصرت کو کافی خیال کرتے ہیں۔

---

[1]۔ ماخوذ از سیرۃ البخاری از مولانا عبد السلام مبارکپوری صفحہ 248-247

[2]۔ اتصال سے مراد یہ ہے کہ کسی حدیث کی سند میں شروع سند سے آخر تک ہر راوی اپنے سے اوپر والے سے براہ راست روایت کو حاصل کرے۔

[3]۔ رجال سے مراد حدیث کا وہ خاص شعبہ جس میں راویوں کے حالات زندگی، اساتذہ و شاگرد اور ان کے ثقہ وغیر ثقہ ہونے کے بارے میں بحث کی جاتی ہے۔

[4]۔ عدم شذوذ سے یہ مراد ہے کہ ثقہ راوی خود سے اوثق کی مخالفت نہ کرے۔

[5]۔ عدم علل سے یہ مراد ہے کہ ظاہری صحت کے ساتھ حدیث ایسے خفیہ عیب سے بھی خالی ہو جو ظاہری صحت پر اثر کرتے ہوں۔

ii. اتقان رجال کے لحاظ سے دیکھیں تو تب بھی بخاری شریف کی احادیث زیادہ قوی ہیں اولاً اس لئے کہ امام بخاری طبقہ ثانیہ کی احادیث کی روایات کا صرف انتخاب کرتے ہیں۔ جبکہ امام مسلم اس طبقہ سے روایات کا استیعاب کرتے ہیں۔اسی وجہ سے امام بخاری جن لوگوں سے روایات میں منفرد ہیں وہ چار سو تیس ہیں(430)اوران میں اسی(80) کے قریب کو ضعیف قرار دیا گیا ہے۔ جبکہ امام مسلم جن لوگوں سے روایات میں منفرد ہیں ان کی تعداد چھ سو بیس(620) ہے اوران میں جن میں سے ایک سو ساٹھ(160) کو ضعیف شمار کیا گیا ہے۔

iii. اگر عدم شذوذ اور عدم علل کے اعتبار سے ملاحظہ کریں تو تب بھی صحیح بخاری کو صحیح مسلم پر فوقیت حاصل ہے۔کیونکہ صحیح بخاری کی جن احادیث میں علت خفیہ قادصہ نکالی گئی ہے ان کی تعداد اسی(80) ہے اور صحیح مسلم میں ایسی احادیث کی تعداد ایک سو تیس(130) ہے۔

شروح بخاری:

کتب احادیث میں سب سے زیادہ شروح صحیح بخاری کی لکھی گئی ہیں جن کی تعداد شاید ایک سو سے بھی زیادہ ہے ان میں سے چند ایک کا ذکر یہاں کیا جاتا ہے۔

i. **اعلام السنن:** یہ امام ابو سلیمان حمد بن محمد الخطابی کی تصنیف ہے اور یہ صحیح بخاری کی سب سے پہلی شرح ہے۔اس میں امام صاحب نے عجیب وغریب نکات اور لطائف بیان کئے ہیں۔

ii. **کتاب النجاح:** یہ شرح امام نجم الدین عمر بن النسفی الحنفی کی تصنیف ہے۔ یہ شرح حدیث کی روشنی میں مسائل حنفیہ کے لئے بہترین کتاب ہے۔

iii. **الکواکب الدراری:** یہ علامہ شمس الدین محمد بن یوسف علی الکرمانی کی تصنیف ہے۔ اس شرح کے شروع میں علم حدیث کی فضیلت اور امام بخاری کا مفصل ترجمہ ذکر کیا گیا ہے۔ نیز الفاظ کے معانی لغویہ، اعاریب نحویہ، ضبط روایات، اسماء الرجال اور القاب رواۃ بیان کئے گئے ہیں اور احادیث متعارضہ کی تطبیق دی گئی ہے بعد میں آنے والے اکثر شارحین نے اس سے استفادہ کیا ہے۔

iv. **مصابیح الجامع:** یہ علامہ بدرالدین محمد بن ابی بکر الدمامینی کی تصنیف ہے یہ شرح انہوں نے بادشاہ ہند احمد شاہ بن محمد بن مظفر کی فرمائش پر لکھی تھی۔

v. **فتح الباری:** یہ شرح حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی کی تصنیف ہے۔اس شرح کو صحیح بخاری کی عظیم ترین شرح میں شمار کیا جاتا ہے۔ حافظ ابن حجر نے 813ھ میں اس کی تصنیف شروع کی اور 842ھ میں اس کو سترہ جلدوں میں مکمل کیا۔ شرح کے علاوہ ایک ضخیم جلد میں اس کا مقدمہ لکھا جس کے دو جز ہیں اور دس فصلوں پر مشتمل ہے مقدمہ میں امام بخاری کی مفصل سوانح، صحیح بخاری کی خصوصیات اور دیگر فوائد حدیثیہ بیان کئے ہیں۔

vi. **عمدۃ القاری:** یہ شرح الشیخ الامام حافظ بدرالدین العینی کی تصفیف ہے۔اور صحیح بخاری کی اس سے بہتر شرح آج تک نہیں لکھی گئی۔ حافظ بدرالدین عینی نے اس شرح کو 821ھ میں لکھنا شروع کیا اور 847ھ میں اس پچیس اجزاء میں مکمل کیا جو کہ بارہ مجلدات پر مشتمل ہے۔